# معاصر ہندوستان میں اسلامی قانون کی تدریس و تدوین

## موانع اور امکانات

——————— ڈاکٹر ضیاء الدین ملک فلاحی

ہندوستان جیسے تکثیری معاشرہ میں مسلم اقلیت کے مسائل آج تک قانون کی شکل میں مدون نہیں ہوسکے ہیں۔ یہ عمل اس دور میں بھی ممکن نہیں ہوسکا جب مسلمان محکوم کے بجائے حکم راں تھے۔۔ چنانچہ ان کے پاس اسلامی قانون کے نام پر فتاویٰ عالمگیری کے بعد مسلم پرسنل لا کے نام سے ایک مسودہ ہے، جو ان کی معاشرتی زندگی سے متعلق مسائل سے بحث کرتا ہے۔ ہندوستان کی سطح پر پورے اسلامی قانون کی تدریس، تدوین اور تنفیذ، مسلسل مخلصانہ جدّ وجہد کی منتظر ہے۔ اسلامی مما لک میں بھی مذکورہ تینوں چیزیں تنقیدی محاکمہ کی متقاضی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی استعمار سے آزادی کے بعد مسلم مما لک میں جو قانون نافذ ہوا اس میں تہذیبی، معاشرتی، تمدنی اور ثقافتی سطحوں پر نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی شرعی ضرورتوں کا خیال نہیں رکھا گیا، بلکہ ان کے معتقدات کو کم زور کیا گیا اور انھیں اپنے اثاثے کے سلسلہ میں تذبذب میں مبتلا کر دیا گیا۔ مذکورہ تینوں مسائل میں تنفیذِ شریعت کا معاملہ ہندوستان میں دشواریوں سے گھرا ہوا ہے۔[1]

### مسلم مما لک میں اسلامی قانون کی تدوین

قبل اس کے کہ ہندوستان کی سطح پر اسلامی قانون کی تدریس و تدوین کے موانع و امکانات پر گفتگو کی جائے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسلم مما لک میں کی جانے والی ماضی و حال کی کوششوں کا ایک سرسری جائزہ پیش کر دیا جائے۔ اس ضمن میں سب سے پہلی کوشش عبداللہ

بن مقفّع (۱۴۲ھ/ ۷۵۹ء) نے کی۔ اس نے عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور (م ۱۵۸ھ/ ۷۷۵ء) کے سامنے اسلامی قانون کی تدوین کی تجویز رکھی۔ اس مشورہ کا ہی اثر تھا کہ خلیفہ نے متعدد بار امام مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ/ ۷۹۵ء) سے ایک جامع اسلامی قانون کی تدوین کی اپیل کی، جسے امام نے نامنظور کردیا، لیکن انھوں نے مؤطا کی ترتیب وتدوین کا کام جاری رکھا، پھر جب وہ مکمل ہوگیا تو خلیفہ ہارون رشید (م ۱۹۳ھ/ ۸۰۹ء) کی فرمائش کے باوجود اسے عوامی منشور بنانے سے صاف انکار کردیا۔ قانون اسلامی کی تدوین کی دوسری کوشش سترہویں صدی عیسوی میں اورنگ زیبؒ (م ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء) کے دور میں نظر آتی ہے، جب کہ فتاوی عالمگیری کی شکل میں ایک جامع فقہی مجموعہ کی تدوین عمل میں آئی۔ اگرچہ یہ کتاب بھی قانون کی عام اصطلاح سے ہٹ کر محض فقہی مجموعہ ہے، لیکن بہر حال اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلے کی سب سے کامیاب کوشش دولت عثمانیہ ترکی کی سرپرستی میں تیرہویں/ انیسویں صدی میں انجام پائی۔ حکومت کی زیرنگرانی سات جید علماء کی کمیٹی نے ۱۲۹۳/ ۱۸۷۶ء میں 'مجلّہ احکام عدلیہ' کی شکل میں اسلامی قانون کا ایک مسودہ تیار کیا۔ ترکی اور اس کے زیر اقتدار ممالک میں پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴- ۱۹۱۸ء) تک یہ قانون نافذ العمل رہا، اس کے بعد سب سے پہلے خود ترکی میں اسے منسوخ قرار دیا گیا، پھر بتدریج اسے لبنان اور البانیہ میں ختم کیا گیا اور اس کی جگہ سوئٹزرلینڈ، جرمنی اور اٹلی کے قوانین کو جگہ دی گئی [۲]۔ ہندوستان کے نوآبادیاتی دور میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے مسلم پرسنل لا کی تدوین کے سلسلے میں سید امیر علی (م ۱۹۲۸ء) جسٹس عبدالرحیم (م ۱۹۴۷ء) اور سید علی رضا (م ۱۹۴۹ء) وغیرہ کی خدمات حاصل کیں۔ ان حضرات کی کوششوں کے نتیجہ میں محمڈن لا/ اینگلو محمڈن لا کے نام سے بعض دستاویزی کتابیں تصنیف کی گئیں۔ یہ کتابیں آج بھی ہندوستان کے قانونی اداروں میں مسلم قانون کی تفہیم وتعبیر کے لیے مرجع کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں [۳]۔

## اسلامی قانون کی تدریس کی معاصر عالمی کوششیں

تدریس کو لاحق مسائل اور حل پر غور کرنے سے قبل ایک نظر ان کوششوں پر ڈال لینا

مناسب معلوم ہوتا ہے جو عصر جدید میں جاری ہیں، تا کہ ہندوستان میں مسئلہ زیر بحث کے سلسلہ میں رہنمائی حاصل کی جا سکے۔ بیسویں صدی میں عالمی پیمانے پر اسلامی قانون کی تدریس کا رجحان بڑھا ہے۔ ذیل کے سمیناروں کی فہرست سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلم و غیر مسلم تعلیمی اداروں میں اسلامی قانون کی تدریس اور اس کی تعبیر و تفہیم کے سلسلہ میں کافی غور و فکر اور پیش رفت ہوئی ہے۔

1. The Conference on Comparative Law (Hague, 1937)
2. The International Jurists Conference (Hague, 1948)
3. UNESCO Seminar on Teaching Methodology of Law, (Cambridge, 1961)
4. The Seminar of the Principals and Deans of the Faculties of Law at the Arab Universities on the Teaching of Law (Aleppo, 1971)
5. The Association of the Arab Universities on Law Studies (Beirut, 1973)
6. Islamic Law in Nigeria: Application and Teaching (Sokoto, Nigeria, 1985)
7. South East Asia Sharia Association 5th Conference on "The Education and Training of Sharia Judges and Lawyers" (Singapore, 26-28 February, 1988)
8. Harmonizing of Sharia and Civil Law (International Islamic University of Malaysia, Kaula Lampur, 19-21, October 2003 ؁

ان سمیناروں میں یہ سوالات اٹھائے گئے کہ اسلامی قانون کی تعلیم کا منہج کیا ہو؟ اس

کی حیثیت عملی واستفادی (applied law) ہو یا وہ سول لا کا ایک جزو ہو یا اسے ایک مستقل مضمون کی حیثیت سے پڑھایا جائے؟۵

ترکی میں تنظیمات نامی اصلاحی تحریک مغربی تہذیب اور نظریۂ تعلیم سے متاثر تھی، وہاں ایک کوشش اسلامی قانون اور ریاستی قانون کے درمیان تعامل کی ہوئی، لیکن علماء کرام نے اس کی مخالفت کی۔ بیسویں صدی کے آخری دہے تک یورپی اندازِ تحریر اسلامی قانون پر چھایا رہا۔ ملیشیا میں اسلامائزیشن آف نالج کی لہر گذشتہ صدی میں تیز تر ہوئی، جس کے نتیجہ میں انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی نے ایل ایل بی اور دیگر کورسز میں شریعت کی تعلیم کا حوصلہ مند آغاز کیا۔ ملک میں اگرچہ اسلامی قانون ہی نافذ ہے، لیکن انگلش کامن لا اور یورپی سول لا کی گہما گہمی بھی پائی جاتی ہے۔ ملیشیا میں ایک فاضل جج یا وکیل کے لیے لازم ہے کہ وہ وہاں کے ملکی قانون، انگلش لا اور اسلامک لا سے بخوبی واقف ہو، تاکہ عدلیہ کے امور کی انجام دہی بحسن وخوبی کر سکے۔ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی نے سول لا اور اسلامک لا کے درمیان توافق و اتصال کی کوششیں کی ہیں اور عرب ممالک کے اساتذہ کی خدمات حاصل کرنے یا ملیشیا کے اساتذہ کی عرب ممالک کی یونیورسٹیز میں ٹریننگ کا باضابطہ نظم کیا ہے۔

مصر کے جامعہ ازہر میں انٹرنیشنل لا کو الگ مضمون کی حیثیت سے نہیں پڑھایا جاتا، چنانچہ قاہرہ میں منعقدہ بعض سمیناروں میں پرزور طریقہ سے یہ بات اٹھائی گئی کہ فقہ کو ایک جدید مضمون میں تبدیل کرنے کی جدو جہد کی جائے، کیونکہ ماضی کا متنِ فقہ از سرنو غور وفکر کا متقاضی ہے۔ ۱۹۹۶ء کے قاہرہ سمینار میں اس بات پر زور دیا گیا کہ فقہاء کرام کو کامرس، منجمنٹ، لیگل ایڈ، ہیومن رائٹس، طبی اخلاقیات اور ماحولیاتی آلودگی کو بحث وتمحیص کا موضوع بنانا چاہیے، کیونکہ یہ مسائل عہدِ وسطیٰ کے فقہی متون میں زیرِ بحث نہیں آئے ہیں۔ سعودی عرب میں فقہ کو کسی مخصوص مسلک کے بجائے سنت سے زیادہ قریب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہاں اسلامک لا ایک نجی مضمون کی حیثیت سے پڑھایا جاتا ہے۔ پاکستان کا معاملہ دیگر مسلم ممالک سے کسی حد تک مختلف ہے۔ جب یہ ہندوستان کا حصہ تھا اس وقت شریعت کو صرف پرسنل لا یا رواجی قانون تک محدود کر دیا گیا تھا اور انگلش لا کی بنیاد پر اس کو اینگلو محمڈن لا کا نام دیا گیا تھا۔

برصغیر کے نو آبادیاتی دور میں مدارس اسلامیہ کی کوششوں کے نتیجہ میں افتاء و قضا کے کورسز کے ذریعہ قانون اسلامی کی تدریس کو باقی رکھا گیا۔ پاکستان میں ۱۹۸۰ء کے بعد انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کی فیکلٹی آف شریعہ کے ماتحت اسلامی قانون کی تدریس کا عمل باضابطہ شروع کیا گیا۔ فیکلٹی آف لا میں اسلامی قانون کی تدریس ہر سطح پر جاری ہے۔ اسی طرح عدلیہ سے جڑے ہوئے جج اور وکلاء کے لیے دعوہ اکیڈمی میں بعض ڈپلوما کورسز چلائے گئے ہیں۔[٦]

مذکورہ مسلم ممالک کے بالمقابل تمام یورپی ممالک میں تدریسِ قانون کا منظّم و مربوط نظام وہاں کی یونیورسٹیوں میں جاری ہے، البتہ دونوں کے نقطہ ہائے نظر میں فرق ہے۔ چنانچہ برطانیہ میں ormrod(1971) اور Advisory Committee on legal Education and Conduct (ACLEC, 1996) کی رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماہرین کی کھیپ تیار کرنے اور مہتم بالشان نیز اختلافی امور کو سمجھنے میں ان ممالک کے دانش وروں نے کس قدر جانفشانی سے کام لیا ہے۔ قانون کی تدریس کا مقصد ان ممالک میں یہ ہے کہ قانون کو سماجی اور معاشی امور سے جوڑ دیا جائے، تاکہ علاقائی ولسانی نیز مارکیٹ کے مسائل کو قانونی انداز میں حل کرنے کی تربیت حاصل کی جائے۔[۷]

## اسلامی قانون کی تدریس و تدوین: امکانی صورت حال

گذشتہ بحث سے واضح ہوگیا کہ عصری و دینی جامعات میں فقہ کی تدریس کا سلسلہ جاری تو ہے، البتہ وہ ابھی تک دور حاضر کے تقاضوں کے تحت عملی مضمون نہیں بن سکا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ جغرافیائی، لسانی، تہذیبی، معاشرتی، معاشی، علمی اور سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقیوں کے باعث جو جدید مسائل پیدا ہوئے ہیں انھیں تدریس اور تدوین کے عمل میں مرکزی حیثیت دی جائے۔ ذیل میں تدریس و تدوین کے عمل میں حائل بعض موانع کا تذکرہ کرکے ان کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

### ۱۔ فقہی مسائل میں معتدل موقف

تدریس و تدوین کے ہر دو عمل کو قانون سازی کے ضمن میں پائیداری اسی وقت

نصیب ہوسکتی ہے، جب کہ امت کے تمام معروف فقہی دبستانوں سے بلا امتیاز وتفریق مدد لی جائے۔ اجتہاد کے عمل کو اختیار کرتے ہوئے قرآن وسنت سے زیادہ قریب اور حالات و زمانہ اور مصالح شرعیہ سے زیادہ ہم آہنگ جو مسلک بھی نظر آئے اسے ترجیح دی جائے ۔ اس رویے کے ذریعہ بے شمار فوائد حاصل ہوں گے، مثلاً براہ راست مآخذ اصلی سے اخذ واستفادہ کی فضا عام ہوگی، تمام معروف فقہی مسالک کی نمائندگی کی وجہ سے ان کا اعتماد حاصل ہوگا، مسلم معاشرہ فرقہ وارانہ تعصب سے نجات پاسکے گا، اور اجتماعی اجتہاد کا یہ عمل عصر حاضر کے تقاضوں کی رعایت کرتے ہوئے اسلامی قانون کو بہتر شکل میں اور متبادل کے طور پر پیش کرنے میں کامیاب ہوسکے گا۔

## ۲- اسلاف کی فقہی خدمات کا اعتراف

عقل ونقل اور تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ امر ثابت شدہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے پاس عہد نبوی سے زمانی قربت کے باعث علم کا جو بہترین ذخیرہ موجود تھا وہ ان کی فقہ کی بنیاد تھا، نیز یہ کہ بصیرت کا جو وافر حصہ انھیں ملا تھا اس کی ہم سری کا کوئی شخص یا ادارہ کسی زمانہ میں دعویٰ نہیں کرسکتا۔ اس لیے ان ائمہ کرام کے اجتہادات سے صرف نظر کرکے کوئی بھی انفرادی یا اجتماعی اجتہاد مستقبل میں ثمر بار نہیں ہوسکتا۔

## ۳- عصر حاضر کے غیر تعبیر شدہ مسائل

فقہی متون اور فقہاء کرام کی کامیابی اور مقبولیت کا راز وقت کے مسائل سے آگہی اور انسانی معاشرہ سے جڑنے اور اسے آسانی فراہم کرنے میں پنہاں ہے۔ اس لیے عصر حاضر میں ضروری ہے کہ عالم اسلام کے مفتیان اور قضاۃ کی آراء کو یکجا کیا جائے اور ان میں سے شریعت سے قریب تر آراء کو اختیار کیا جائے اور ان مسائل کے حل کے لیے جو اب تک وقوع پذیر نہیں ہوئے ہیں، جید علماء کی کمیٹی بنادی جائے، دوسری طرف سماجی علوم، قانون اور طب کے ماہرین سے اخذ و استفادہ میں تکلف سے کام نہ لیا جائے۔ کیونکہ عصری جامعات کے فارغین کو مدارس کے علماء کے مقابلہ میں نئی معلومات زیادہ حاصل ہوتی ہیں۔

## ۴-عرف اور مصلحت

قانون سازی کے عمل میں معاشرہ کے عرف اور مصلحت کو ہمیشہ ترجیحی طور پر برتا گیا ہے، اس کے نتیجہ میں اسلامی قانون، تنگی، یک رخے پن اور شدت پسندی سے دور اور آسانی، کشادگی، پائداری اور لچک سے آشنا رہا ہے۔[8]

## ۵-نصابِ تعلیم اور نظام تدریس

کالجوں، یونیورسٹیوں اور مدارس کی سطحوں پر بعض جرأت مندانہ اقدامات جمود و تعطل کی موجودہ کیفیت کو ختم کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں، مثلاً یہ کہ مدارس اور یونیورسٹیوں میں فقہی مسالک کو بڑھاوا دینے کے بجائے قرآن وسنت سے استدلال کو رواج دیا جائے۔ یہ فضا اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جب کہ مدارس اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں فقہ مقارن کو شامل کیا جائے۔ یہاں یہ ذکر بے جا نہ ہوگا کہ پاکستان میں ڈاکٹر محمود احمد غازی (م ۲۰۱۰ء) نے الفقہ العولمی (Cosmopolitan Fiqh) کے ذریعہ اس مسئلہ کو حل کرنے کی صلاح دی تھی، جس کا مطلب یہ ہے کہ عالمی سطح پر تمام مسلمانوں کے لیے قرآن وسنت اور فقہاء کی آراء پر مبنی ایک کوڈ کو رواج دیا جائے، جس کا نام اسلامی قانون ہو۔[9]

نصاب و نظام تعلیم سے جڑی ہوئی یہ بات بھی اہمیت سے خالی نہیں کہ تدریس و تحقیق کے عمل میں طلبہ و اساتذہ کی خارجی و باطنی تربیت پر توجہ دی جائے، تاکہ ان کے اندر علمیت، سنجیدگی، کھلا پن، خود اعتمادی وخود احتسابی اور دوسروں کو برداشت کرنے کی اعلیٰ صفات پروان چڑھ سکیں۔ اسی طرح طلبہ کے اندر فیلڈ اسٹڈی کی عادت پروان چڑھائی جائے، کیونکہ اسلامی قانون در اصل سماجی، سیاسی، اخلاقی اور تہذیبی اقدار میں پروان چڑھتا اور برگ و بار لاتا ہے، چنانچہ اسلامی قانون سے وابستہ طلبہ کے لیے ضروری ہے کہ سماجی علوم کی تدریس کے پہلو بہ پہلو مختلف سماجی طبقات کے درمیان وقت گذار کر ان کے مسائل و مشکلات معلوم کریں اور ان کا حل تلاش کریں۔

مذکورہ تجاویز کے مطابق اگر طلبہ کی رجحان سازی کی جائے تو مستقبل قریب میں

تدوین فقہ کی راہ کی مشکلات پر قابو پانا آسان ہو جائے گا۔ یہ پہلو بھی ہماری نظروں سے اوجھل نہیں ہونا چاہیے کہ عالمی سطح پر منفی کوششیں جاری ہیں، تاکہ اسلامی قانون کو مشکوک اور بے وزن بنا کر رکھ دیا جائے۔ ایسے دور میں ٹھوس تحقیقی مقالات اور کتب کی تیاری کے لیے ایک ٹیم الحمدللہ اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے نام سے سرگرم عمل ہے، جس نے ۱۹۸۸ء سے اب تک ملک کے طول و عرض میں تمام مکاتب فکر کی نمائندگی کو یقینی بناتے ہوئے بیس عالمی سمینار کرائے ہیں۔ عالمی سطح پر اور خود ہندوستان میں ایک خوش آئند پہلو یہ ابھرا ہے کہ نئے ایشوز پر سمیناروں اور ان میں منظور کی گئی قراردادوں کے ذریعہ اجتماعی اجتہاد کی فضا پروان چڑھی ہے، اور ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں ان موضوعات پر تفویض کی جارہی ہیں، جن کا اس سے قبل کوئی تصور نہیں تھا۔ اس کے نتیجہ میں طب وصحت، مائکرو فینانس، ٹریڈ و کامرس اور ماحولیاتی آلودگی کے مسائل کو اسلامی قانون کا حصہ بنا کر تحقیق و تدریس کا عمل شروع ہو چکا ہے۔

آئندہ صفحات میں ہندوستان میں فقہ اسلامی کی تدریس، تدوین اور تنفیذ کے امکانات کو تلاش کرنے کے لیے پٹنہ اور علی گڑھ کے دو دینی وعصری اداروں کے نصاب و نظام کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے، تاکہ فکر اور عمل کی روشنی میں بہتر صورت حال ہمارے سامنے نکھر کر آسکے۔

## المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء، پھلواری شریف، پٹنہ- ایک تعارف

امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ کے بانی حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد قاسمیؒ (م ۱۹۴۰ء) کی فکری بصیرت کے نتیجہ میں ہندوستان میں اسلام کے نظام اجتماعی کو از سر نو زندہ کیا گیا، چنانچہ نظامِ قضا کا جو تصور دھندلا ہو چکا تھا اس کو عملاً جاری کیا گیا۔ چوتھے امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی قاسمیؒ (م ۱۹۹۰ء) نے نظم قضا کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا اور ملک کے مختلف مقامات پر کیمپوں کے ذریعہ نوجوان علماء، مدرسین اور اساتذۂ فقہ و حدیث کو اس سلسلہ سے مربوط کرنے کی کوشش کی۔

امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ وجھارکھنڈ کی عمارت ۱۹۹۸ء سے قبل دونوں کورسز (افتاء و

قضا) کی کفیل تھی، لیکن بوجوہ پھلواری شریف ہی میں امارت کے قریب مولانا مجاہدالاسلام قاسمیؒ (م۲۰۰۲ء) کی زیرنگرانی المعہد العالی کے نام سے ایک مستقل ادارہ قائم کیا گیا۔ بانی ادارہ تحریر فرماتے ہیں: ''المعہد میں داخل ہونے والے فضلاء کی دوسالہ تعلیم کے دوران نہ صرف یہ کہ انھیں جدید مسائل کی تخریج اور پیش آمدہ مسائل کے حل وفتوی نویسی کی تربیت دی جاتی ہے، بلکہ مختلف علمی وفقہی موضوعات پر تحقیق بھی کرائی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی اسلام کے عدالتی نظام کے عملی طریقوں سے واقفیت کرانے کے ساتھ ساتھ قضاء کے مختلف مسائل کی نظری تعلیم اور عملی تربیت بھی دی جاتی ہے۔ امارت شرعیہ کا نظام قضاء انتہائی مربوط ومنظّم اور وسیع بنیادوں پر قائم ہے، جہاں روزانہ نئے مقدمات کی سماعت اور فیصلے ہوتے ہیں اور اس کے پاس شرعی فیصلوں کا نوّے (۹۰) سالہ عظیم الشان فقہی ذخیرہ بھی محفوظ ہے، جس سے یہ فضلاء فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس طرح یہ کہنا حق بجانب ہے کہ فقہ اسلامی میں تخصص اور قضاء وافتاء پر عبور حاصل کرنے کے لیے امارت شرعیہ صحیح ترین جگہ ہے اور امید کی جاتی ہے کہ یہاں سے تربیت پاکر نکلنے والے علماء سے پورے ملک میں قانون شریعت کے تحفظ اور عائلی نزاعات کے حل کے لیے قائم ہونے والے دارالقضا کی ایک اہم ضرورت پوری ہوگی...... ساتھ ہی وہ ملک کے مختلف دارالافتاء میں فتویٰ کی ذمہ داریاں بھی نبھائیں گے...... اور قانون اسلامی کو ایک زندہ قانون کی حیثیت میں آج کے حالات میں پیش کرنے کے لائق ہوں گے، ان کی نظر مدارج احکام پر ہوگی اور وہ جدید سائنس وٹکنالوجی کی موجودہ ترقی اور معاشرتی تبدیلیوں پر گہری نظر رکھتے ہوئے شریعت کی تطبیق کے اہل ہوسکیں گے''۔[۱۰]

افتاء اور قضا در اصل قانون اسلامی کی توضیح وتعبیر، پیش آمدہ واقعات کی تحقیق اور احکام شریعت کی تطبیق کا وہ عمل ہے جو ہر دور میں جاری وساری رہا ہے۔ یہ تربیت صرف مقدمات کی عملی کارروائی، چند فتاوی کے جوابات اور ایک دو کتابوں کی تدریس سے ممکن نہیں ہے، بلکہ پوری گہرائی کے ساتھ فقہ اسلامی اور اس سے متعلق ضروری فنون کے مطالعہ، بحث وتحقیق کے ذوق کی تخلیق، اہم مراجع کی طرف طلبہ کی رہنمائی، فقہی نقطۂ نظر سے احکام شریعت کے اساسی مصادر، ادب قضاء اور اصول افتاء پر مستند کتب کے مطالعہ اور ان کاموں کی عملی

تربیت سے ہی اچھے مفتی اور قاضی پیدا ہو سکتے ہیں۔

مذکورہ مقاصد کے حصول کے لیے امارت شرعیہ کے زیر نگرانی المعہد میں جاری نصابِ تعلیم کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- **اصول** میں شیخ ابوزہرہ کی کتاب اصول الفقہ داخل نصاب کی گئی ہے۔

۲- **قواعد فقہ**، جس کو ہندوستان کے دینی مدارس کے مروجہ نصاب میں وہ اہمیت نہیں دی گئی ہے جو اس کا حق ہے۔ یہ شریعت کی کلیات اور دین کے مزاج و مذاق کی مظہر ہیں۔ فقہی جزئیات کا بہت بڑا حصہ اجتہاد و استنباط پر مبنی ہے، جن میں تغیّر احوال کی وجہ سے تبدیلی ہوسکتی ہے، لیکن یہ قواعد مستقل اور دائمی ہیں۔ نصاب میں اس موضوع کی متعدد کتب، قدیم و جدید اہل علم کی شامل کی گئی ہیں مثلاً ابن نجیم مصری کی الاشباہ والنظائر اور عبداللہ کرخی کی رسالہ فی الاصول۔

۳- **اسرارِ شریعت**: اسلامی قانون کے صحیح ادراک کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اہداف و مقاصد واضح ہوں۔ اس موضوع پر حضرت شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغۃ اور امام شاطبی کی الموافقات فی اصول الشریعۃ کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جاتا ہے۔

۴- **مختلف فقہی مسالک کا مطالعہ**: اس غرض کے لیے نصاب کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ ایک قاضی و مفتی جان سکے کہ فقہی و اجتماعی مسائل میں کون کون سے مسائل محل غور و فکر بن سکتے ہیں اور کون سے مسائل وہ ہیں جن میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے۔ اس فن کی متعدد کتب شامل نصاب کی گئی ہیں، مثلاً مختصر الطحاوی (حنفی)، الثمر الدّانی (مالکی)، متن ابی الشجاع (شافعی)، الروض المربع (حنبلی) ابن ہبیرہ کی الافصاح اور ابن رشد قرطبی کی بدایۃ المجتہد۔

۵- **آیات احکام واحادیث**: اس مقصد کے لیے امام جصاص اور علامہ ابن العربی کی کتابوں بہ عنوان احکام القرآن کے منتخب حصوں اور نصب الرایۃ کے منتخب ابواب کو نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔

۶- **مجلّات مجامع الفقہ الاسلامی کا مطالعہ**: ان کتابوں اور تحریروں پر نگاہ رکھنی ضروری ہے جو عصر حاضر کے جدید پیدا شدہ مسائل کے حل کے لیے لکھی گئی ہیں۔ چنانچہ جدہ

اور ہندوستان میں مجلّات مجمع الفقہ الاسلامی کے نام سے جو کتابیں شائع شدہ ہیں، انھیں نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔

۷-**احوال شخصیہ**: یہ ایک حقیقت ہے کہ معاملات اور احوال شخصیہ میں فقہ حنفی اس زمانہ کے تقاضوں سے قریب تر ہے۔اس لیے فقہ حنفی سے معاملات اوراحوال شخصیہ کے اہم ابواب سبقاً سبقاً داخل نصاب ہیں، چنانچہ شیخ ابوزہرہ کی الاحوال الشخصیۃ اور محمد مصطفیٰ شبلی کی احکام الاسرۃ فی الاسلام کوخصوصی طور پر داخل نصاب کیا گیا ہے۔

۸- **ادب القاضی** ایک وسیع الاطراف موضوع ہے اوراس پر بہت سی کتابیں شائع شدہ ہیں۔معہد میں اس موضوع کی نہایت اہم اورمستند کتابیں درس ومطالعہ کے لیےمنتخب کی گئی ہیں۔قانون شہادت، احکام قضاء کا نہایت اہم حصہ ہےجس پر واقعات کےثبوت کا مدار ہے اور دور جدید میں مروج قانون شہادت اسلام سے بہت کچھ مختلف ہے،اس لیے اسلام کے قانون شہادت اورآج کے مروج مغربی قانون شہادت کے تقابلی مطالعہ کوبھی شامل نصاب کیا گیاہے۔اس مقصد کے لیےامام ماوردی کی ادب القاضی کو نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔

۹- **عملی مشق وممارست**: افتاء کے پہلے سال میں کم از کم ڈیڑھ سو نئے مسائل کا استخراج کرنا ہوتا ہے۔اسی طرح قضا والے سال آخر میں سو(۱۰۰) عدد فیصلہ شدہ قضایا کا مطالعہ کرنا اوران کا خلاصہ تیار کرنا ہر طالب علم کے لیےضروری ہوتا ہے۔امارت شرعیہ کے دارالقضا کی ابتدائی کارروائی سے لے کر فیصلہ سنائے جانے تک کی عملی مشق بہم پہنچائی جاتی ہے۔ اسی طرح سال دوم میں طالب علم کے لیےسوصفحات پر مشتمل ایک وقیع مقالہ کسی فقہی عنوان پر لکھ کرجمع کرنا ہوتا ہے، یاکسی اہم مخطوطہ کے پچیس صفحات پر تحقیقی کام کرنا شامل نصاب ہے۔

۱۰- **علمی وفقہی محاضرات**: ان محاضرات میں علوم اسلامیہ کے ماہرین کے علاوہ وکلاء اورججز سے بھی استفادہ کیا جاتا ہے۔

۱۱- **انگریزی زبان کی تدریس اورکمپیوٹر ٹریننگ**: مدارس کے فارغین کو انگریزی زبان پر اس قدرعبور ہونا لازمی ہے کہ اسلامی قانون اور متعلقات پر قیمتی مباحث نیز اعتراضات کوسمجھ سکیں۔اسی طرح کمپیوٹر کے ذریعہ انٹرنیٹ کو استعمال کرکے اس سے اخذ و

استفادہ کے لائق بن سکیں۔ دونوں طرح کی ٹریننگ کے لیے اساتذہ اور لیب کی سہولت فراہم کی گئی ہے، تاکہ مفتیان اور قضاۃ عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہوسکیں۔[۱۱]

## علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا شعبۂ قانون- نظام ونصاب کا مطالعہ

ہندوستان میں عصری قانون کے تجزیہ کے لیے مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ قانون کے انتخاب کی ایک وجہ یہ ہے کہ سرسید کے ذریعہ۱۸۹۱ء میں قائم ہونے والا یہ شعبہ مسلم قانون کے سلسلہ میں بعض اہم انتظامات واقدامات کا حامل ہے۔ چنانچہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہاں سے فارغ ہونے والا طالب علم وکالت کی دنیا میں قانونِ اسلامی کے مآخذ، اختلافاتِ فقہاء اور دیگر امور سے کسی حدتک واقف ہوجاتا ہے۔ پانچ سالہ وکالت کا کورس مکمل کرنے کے بعد اگرکوئی طالب علم ماسٹرڈگری کا کورس کرنا چاہتاہےتو شعبہ میں چارسمسٹر پرمبنی دوسالہ ایل ایل ایم کورس میں اسے اختصاصی طور پراسلامی قانون میں مہارت حاصل کرنے کا پورا موقع دیا جاتا ہے۔مزیدخوش آئند بات یہ ہے کہ جس طرح دیگر مذاہب (ہندومت، عیسائیت وغیرہ) میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی جاتی ہے، اسی طرح مسلم قانون کےکسی بھی عنوان کو یہاں موضوع بناکر طالب علم ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرسکتاہے۔شعبہ کی اس رواداری کی ستائش ہونی چاہیے کہ ایک غیرمسلم بھی اگراسلامی قانون کےکسی گوشے پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنا چاہےتو وہ پوری فراخدلی سے اسے پی ایچ ڈی میں داخلہ دیتا ہے۔ رواداری کی دوسری بڑی مثال یہ ہے کہ پانچ سالہ کورس کے دوران تمام طلبہ کے لیے،خواہ وہ مسلمان ہوں یا ہندو، سکھ ہوں یا عیسائی، مسلم لا اور ہندو لا کا مطالعہ لازمی ہے۔مسلمان طالب علم کے لیے دیگر مذاہب کے قانون کا مطالعہ کرنا لازمی ہوتاہے، تاکہ وہ ہندوستان میں موجودمذاہب کےقوانین سےاچھی طرح واقف ہوسکے۔

## پنج سالہ نصاب کی مختصر جھلکیاں

پانچ سالہ Integrated کورس کا نفاذ یوجی سی کی جانب سے B.A.LL.B (Hons)

کے نام سے ۱۹۹۷ء میں ہندوستان کے تمام لا کالجز میں ہوا ہے۔ اس سے قبل تک تین سالہ L.L.B کورس نافذ العمل تھا اوراس میں داخلہ بی اے کی سند کے ذریعہ ملتا تھا، لیکن اس پانچ سالہ جدید نظام میں بارہویں کے بعد تحریری مقابلہ کے ذریعہ داخلہ ممکن ہوجاتا ہے۔ اس طرح ایک مسلمان وکیل ۱۷ سالہ کورس (۱۰+۲+۵) کے ذریعہ ہندوستان کے قانونی اداروں (ضلع، ریاست، مرکز) میں باضابطہ ملازمت کا اہل ہوجاتا ہے۔ گویا وہ اپنی زندگی کے بائیسویں/ تیسویں سال میں اس شعبے سے ڈگری حاصل کرنے کے بعد روزگار تلاش کرسکتا ہے۔

ایل ایل بی پروگرام ۲۱/اکتوبر ۱۹۹۷ء میں Bar Council of India (BCI)، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (U.G.C) اور Curriculum Dev lopment Center (CDC) کی کوششوں کے نتیجہ میں نافذ العمل ہوا۔ اگرچہ Adv ocate Act کے ذریعے ۱۹۶۱ء سے ہی آزاد ہندوستان میں قانون کی تدریس جاری وساری ہے۔

ایل ایل بی پروگرام کے مقاصد کو CDC رپورٹ (باب چہارم) میں منضبط طور پر بیان کیا گیا ہے، جس کی بعض جھلکیاں درج ذیل ہیں: [۱۲]

ظلم کا ہرجانہ دلوانے کی صلاحیت پیدا کرنا، مرد و زن کے درمیان عدل قائم کرنا، معذوروں کے لیے قانونی تحفظات کی نشان دہی کرنا، آراضی زمین میں اصلاحات کا جائزہ لینا، عدالتی قوت و طاقت اور کارروائی کے عمل کی معرفت پیدا کرنا، حقوق انسانی کی بحالی اور نفاذ کے طریقے، امن عامہ اور بدون اسلحہ زندگی گذارنا، تعلیم کا نظام، منصوبہ بندی اور قوانین، قانونی پیشہ اور وکالت کی اخلاقیات، صحت عامہ کے قوانین، قانون اور عام خدمت گاران، قانونی پیشہ میں دسترس کے مسائل، حکم رانی، جمہور کی حصہ داری اور قانونی ادارے، قانون سازی کی عملی مشق، اجتماعی یا مشترکہ سرمایہ کاری کی جدوجہد، غیر منظّم محنت اور قانون، ٹیکس پالیسی اور منصوبہ بندی، سماجی و معاشی جرائم، اجارہ داری اور قبضہ سے متعلق قوانین، عوامی قحط، ناگہانی آفات، جنگلات اور قانون۔

مذکورہ بالا رہ نما خطوط کو سامنے رکھ کر یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں جن کورسز کی اجازت دی ہے ان سب کا مطالعہ اس مقالہ میں مشکل ہے، البتہ

بعض عنوانات اوران کی روشنی میں امتیازات کی نشان دہی کی جاتی ہے:

سال اول، پہلی ششماہی: (۱) تاریخ ہندوستان (قدیم) (۲) اصول سیاسیات، (۳)معاشیات (۴) سماجیات (۵) قانونی منہاج واسلوب (۶) انگریزی زبان وادب۔

سال اول، دوسری ششماہی: (۱) تاریخ ہندوستان: عہد وسطی اور عصر جدید (۲)علم سیاسیات: افکار ونظریات (۳)علم معاشیات: اصول ونظریات (۴)علم سماجیات: اصول و نظریات (۵) قانونی معاہدہ واقرار نامہ (Contract) (۶) انگریزی زبان وادب کی اعلیٰ لیاقت۔

سال دوم، پہلی ششماہی: (۱) فقہ اسلامی (۲) ہندوستان کے فوج داری قوانین (۳) ہرجانہ وحق تلفی کا قانون (Tort) (۴) قانونی معاہدہ واقرار نامہ (۵) آئینی قانون (Constitutional Law)(۶) انگریزی زبان وادب کی اعلیٰ لیاقت۔

سال دوم دوسری ششماہی: (۱) اسلام کا شخصی قانون (۲) ہرجانہ وحق تلفی کا قانون (۳) دستوری قانون (۴) تجارتی قانون (Mercantile) (۵) فوج داری قوانین (۶)انگریزی زبان وادب۔

سال سوم، پہلی ششماہی: (۱) اسلام کا ملکی قانون (۲) ہندو قانون (۳) شہادت کا قانون (۴) اصول قانون اور فقہ (۵) کمپنی لا (۶) عوامی عالمی قانون (Public International Law)۔

سال سوم، دوسری ششماہی: (۱) دیوانی معاملات اور اس کے حدود (Civil Procedure & Limitation (۲) ہندو قانون (۳) قانون شہادت (۴) لیگل تھیوری یعنی دستوری قانون (۵) انتظامی قوانین (Administrative Law) (۶) عوامی عالمی قانون۔

سال چہارم، پہلی ششماہی: (۱) دیوانی اعمال کا قانون (Civil Procedure Code) (۲) محنت کا قانون (۳) پراپرٹی ٹرانسفر کا ایکٹ (۴) عالمی پراپرٹی حقوق (۵)اترپردیش آراضی قانون (۶) بینکنگ اورانشورنس (۷) جرائم اور تعزیرات (Criminology & Penology) (۸) ٹیکس کے قوانین۔

سال چہارم ، دوسری ششماہی: (۱) فوج داری قوانین (۲) محنت کا قانون (۳) پراپرٹی ٹرانسفر کا ایکٹ (۴) ماحولیاتی قانون (۵) عالمی تجارت کے قوانین (۶) عورتوں سے متعلق قوانین (۷) صارفین سے متعلق قوانین۔

سال پنجم ، پہلی ششماہی: (۱) فوج داری قوانین (۲) ہیومن رائٹس کے قوانین (۳) تصفیہ کا متبادل نظام (Alternative dispute redressal) (۴) میڈیا اور قانون (۵) قانونی چارہ جوئی (Legal Remedies) (۶) دعوی/ جواب دعوی پیش کرنا، کیس لکھنا، اورخیالات کوموثر بنا کر پیش کرنا (Pleading, Drafting and Conveyancing)۔

سال پنجم، دوسری ششماہی : (۱) مدوّن قانون کی تعبیر وتشریح (Statutes) (۲) پیشۂ وکالت کی اخلاقیات (۳) دعوی/ جواب دعوی پیش کرنا، کیس لکھنا اور خیالات کوموثر بنانا (۴) عوام کے مفاد کی وکالت۔اس کی تین شکلیں ہیں: (الف) قانونی شعور Legal Literacy) (ب) مختلف معاملات کی رپورٹوں کا مطالعہ (Case Comment) (ج) لوک عدالت کی جانکاری (۵) مقامی قانون (۶) تصفیے کی عدالت اوراس کی عملی تربیت (Moot Court)۔

شعبۂ قانون کے اس کورس کے دوران طالب علم کو اکسٹھ (۶۱) الگ الگ موضوعات پر مقتدر شخصیات سے لکچرس سے استفادہ کرنے کا موقع میسر ہوتا ہے۔ ہر کورس پانچ یونٹوں پر مشتمل ہوتا ہے اور ہر پیپر میں کم از کم دس کتب پڑھنے کی سفارش کی جاتی ہے۔انہی کتب کے مطابق اساتذہ کلاسوں میں اظہار خیال بھی کرتے ہیں۔ اس پوری مدت میں سمیناروں، مباحثوں،ثقافتی مقابلوں اور علمی مقالوں کے علاوہ پس ماندہ علاقوں میں جا کر عوام کو باخبر کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ ہندوستانی عدالتوں سے جاری ہونے والے فیصلوں کا مطالعہ بھی نصاب کا اہم جز ہے۔شعبہ کے لا جرنل میں طلبہ اپنی تحقیقات بھی شائع کراتے ہیں۔

لیکچر کے اکسٹھ (۶۱) موضوعات میں جن عناوین اور موضوعات کا انتخاب کیا گیا ہے ان پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں مآخذ شریعت، اصول شریعت اور فقہ اسلامی کے منتخب موضوعات شامل ہیں۔

## نصاب میں قانون اسلامی کا حصہ

پنج سالہ کورس کے ۶۱؍مضامین میں بی اے ایل ایل بی کی سطح پر صرف تین Papers اسلامی قانون کی تدریس کے لیے مختص کیے گئے ہیں:

1- Islamic Jurisprudence (BLLB-301)

2- Muslim Law Relating to Status (BLLB-401)

3- Muslim law Relating to Property (BLLB-501)

جب کہ ایل ایل ایم کے دوسالہ کورس میں اسلامی قانون کے تحت پانچ مضامین داخل نصاب ہیں، جن کے عنوانات یہ ہیں:

1- Islamic Jurisprudence (LLM-311)

2- Muslim Law Relating to Status (LLM-312)

3- Muslim Law Relating to Property (LLM-313)

4- Islamic Legal System (LLM-411)

5- Islamic Criminal Law (LLM-412)

بی اے ایل ایل بی کے تین مضامین میں پندرہ یونٹیں ہیں، جن کے ذیلی موضوعات ذیل میں تحریر کیے جاتے ہیں:

اسلام کی آمد سے قبل قانون کا تصور، اسلام کی نشو ونما، مغربی قانون اوراسلامی قانون کا تجزیہ، شریعت ایکٹ 1937، تنسیخ نکاح ایکٹ 1939، اسلامی قانون کے مراجع و مآخذ (قرآن، سنت، اجماع، قیاس)، فقہاء اربعہ اور قانون اسلامی میں ان کی خدمات، شیعہ مکاتب فکر (امامیہ، اسماعیلیہ، زیدیہ)، شیعہ اور سنیوں کے درمیان قانونی وفقہی اختلافات، اقتدارِاعلیٰ کا اسلامی اور مغربی تصور، نکاح کا اسلامی تصور، زوجین کے حقوق وفرائض، طلاق اور اس کے متعلقات، مہر ونفقہ، گارجین شپ اور ولایت، ارتداد اور تبدیلیٔ مذہب، وصیت و ہبہ، تاریخی مقدمات کا مطالعہ ومحاکمہ، وقف اوراس کے متعلقات، وقف سے متعلق مقدمات اور قضایا کا مطالعہ، میراث کے عمومی اصول اور حصص۔

ایل ایل ایم کے پانچ مضامین کے موضوعات کا خلاصہ یہ ہے:

فقہ اسلامی، اصول فقہ، عہد تدوین، مختلف مسالک کا ارتقاء اور ان کی خصوصیات، ریاست اور اقتدار اعلیٰ، نکاح وطلاق کی علمی بحثیں، مثلاً مرد وزن کی ضرورت، نکاح کے موانع و عوارض، نکاح مستحسن و نکاح فاسد، تطلیقات ثلاثہ، نان ونفقہ سے متعلق مقدمات اور ان کی تفصیلات، ہندوستانی عدالت کا رویہ بابت مہر و نان ونفقہ، شہادت کا اسلامی اور ہندوستانی تصور، وصیت و ہدیہ میں فرق، وقف اور شفعہ سے متعلق ہندوستانی مقدمات اور تاریخی حوالوں کا مطالعہ، رسول اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں ریاست کے فرائض، اہداف اور اختیارات، مجلس شوریٰ، اسلام میں حق کا تصور، سزاؤں کی حکمتیں، اطفال کشی، جرم وسزا کا تصور، حدود، متعینہ وغیر متعینہ سزائیں، مثلاً قصاص، حدود اور تعزیر وغیرہ۔

دونوں کورسز کے نصاب میں اسلامی قانون کا تناسب برائے نام ہے، البتہ یہ مسئلہ صرف مسلم لا کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ ہندو لا کو بھی پورے نصاب میں اسی قدر نمائندگی حاصل ہے، البتہ تدریس کے عمل میں اسلامی قانون کے سلسلے میں بے توجہی اور ماہر اساتذہ کے انتخاب میں تساہلی کا احساس ضرور ہوتا ہے۔ یہ ایک عام کمزوری ہے جس کی طرف یو.جی سی کو فوری توجہ دینا چاہیے۔

مذکورہ بالا قانونی مباحث کے لیے ہندوستانی علماء اور دانش وروں کی ۸۴ کتب، کئی درجن عدالتی مقدمات اور مقالات کی سفارش کی گئی ہے۔ انگریزی زبان کی یہ کتابیں عصر جدید کی اعلیٰ تحقیقات ہیں، البتہ اسلامی شریعت کی توضیح میں کہیں کہیں دانستہ یا نادانستہ تسامحات اور غلط تعبیرات کا بھی سراغ لگتا ہے۔ قرآن مجید، صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد وغیرہ کے انگریزی تراجم کے علاوہ غیر ہندوستانی علماء کی قانونی تشریحات کو بھی سفارشی کتب میں جگہ دی گئی ہے، مثلاً محمصانی اور محمد اسد کی کتب۔ ان سفارشی کتب میں جن علماء کرام کی تصانیف کو شامل کیا گیا ہے ان میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور مولانا محمد تقی امینیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جن عصری دانش گاہوں کے فارغین کی تحقیقات کو شامل کیا گیا ہے ان کی فہرست کافی طویل ہے، ان میں سے بعض اہم ناموں کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے جن کا نوآبادیاتی دور کے

عدالتی نظام سے گہرا تعلق رہا ہے۔ وہ ہیں: جسٹس عبدالرحیم، جسٹس امیر علی، جسٹس اے اے فیضی، جسٹس عبدالقدیر، ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن اور انور معظم وغیرہ۔ عصر جدید کے جن حضرات کی قانونی تحریروں کو نصاب میں بطور سفارشی کتب شامل کیا گیا ہے وہ ہیں طاہر محمود، کمال فاروقی اور الحاج معین الدین احمد وغیرہ۔

فیکلٹی کی رواداری کا روشن باب یہ ہے کہ غیر مسلموں کی معتدل اور مبنی بر انصاف تحریروں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ جن ہندو اہل علم کی قانونی نگارشات کو نصاب میں شامل کیا گیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

ایس کے سکسینہ کی مسلم لا، گلاؤنس کی میرج ان اسلام، جے این ڈی انڈرسن کی فیملی لا ریفارم ان مسلم ورلڈ، آر کے وِلسن کی ڈائجسٹ آف اینگلو محمڈن لا اور جے این کولسن اور ڈی ایف ملا کی مختلف تحریریں، وغیرہ۔

## تجاویز اور مشورے

المعہد العالی پھلواری شریف پٹنہ اور شعبۂ قانون مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے نصاب و نظام تعلیم کے تجزیے سے دونوں کے حسن و قبح کے متعدد پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ علماء ذی وقار کی کاوشیں اسلامی قوانین کی تدریس و تدوین میں بجا طور پر سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حکومتی سرپرستی کے بغیر، بلکہ حکومتی مداخلت کی فضا میں شریعت اسلامی کی حفاظت اور اس کی تبلیغ و ترسیل بجائے خود قابل رشک عمل ہے۔ دوسری طرف سیکولر جمہوری نظام میں یو جی سی کے رہنما خطوط کے اندر رہتے ہوئے مسلم قانون کے قابل لحاظ حصے کو تدریس کا لازمی جز و بنائے رکھنا اور ان موضوعات پر اعلیٰ ڈگریوں کی تفویض کے عمل کو جاری رکھنا مسلم یونیورسٹی کا ایک اہم کارنامہ ہے۔ تاہم ان خوش گوار حقیقتوں کے ساتھ بعض تلخ حقائق کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے، تاکہ اصلاح کا عمل آگے بڑھ سکے۔

۱- پہلی بات یہ کہ مدارس اسلامیہ کا فاضل، جو مفتی یا قاضی بنتا ہے، اس کے اندر عالمیت، فضیلت اور مذکورہ دو سالہ کورس کرنے کے بعد مذہبی رہنمائی کی صلاحیت تو فطری طور پر

پروان چڑھتی ہے، البتہ قابل توجہ اور لائق اصلاح پہلو یہ ہے کہ مدارس کے یہ فارغین ہندوستان کو علمی طور پر سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ افتاء اور قضا سے قبل عالمیت وفضیلت کے تفصیلی نصاب کو بھی ان کی ہندوستانی معلومات کے لیے معاون نہیں مانا جاسکتا ہے، کیونکہ اس کے باوجود یہ حضرات Indology (فن ہندوستانیات) سے ناواقف ہی رہتے ہیں۔ ہندوستان کی قدیم، عہد وسطی اور عصر جدید کی تاریخ سے یکسر عدم آگہی 'احتساب اور عدل وانصاف' کی تفہیم اور اس کے احیاء میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ دوسری طرف علم سماجیات کے مطالعہ کے ذریعہ ہندوستانی تہذیب وقبائل، رسوم وعادات اور زبان کی واقفیت حاصل ہوتی ہے، جو پورے طور پر اسلامی قانون کے تدریسی عمل میں مفقود ہے، چنانچہ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کے لیے مفید ہونے کی بات تو درکنار خود مسلم اقلیت کے علاقائی مسائل سے بھی ہمارے یہ فارغین نابلد رہتے ہیں اور افتائی وقضائی نصاب اس کمی کو پورا نہیں کرپاتا۔

۲- مسلمانوں کے علاوہ دیگر اقوام مثلاً ہندوؤں، عیسائیوں وغیرہ کے قوانین تحریری شکل میں مدون ہیں، اگرچہ وہ بہت محدود ہیں، کیونکہ ان کے یہاں دین کا وہ جامع تصور نہیں پایا جاتا جو اسلام کا طرّۂ امتیاز ہے۔ ہندوستان میں تدریس، تدوین اور تنفیذ تینوں سطحوں پر اسلامی قانون کے سلسلے میں ایک محقق کو یہ سوال کرنے کا حق ملنا چاہیے کہ اسلامی قانون ودستور کی غیر تحریری/ غیر مستحکم صورت حال کے باوجود تحریری وتدوینی کاوشوں کی حوصلہ افزائی اور اقدام کو عام کیوں نہیں کیا جاتا؟۔

۳- اسلامی قانون کا تابناک ماضی اپنی جگہ مسلّم، مگر عصر حاضر میں اس کی کیا معنویت ہے؟ جب اسلامی قانون ہندوستان کی سطح پر موجود ہی نہیں ہے تو اس کی معنویت اپنوں اور بیگانوں کے لیے بے سود ہے۔ محمد بن قاسمؒ کی آمد سے آج تک امت اسلامیہ ہندیہ کو اس مقام پر ہونا چاہیے تھا کہ یہاں ہندو، عیسائی، سکھ، قانون کی دنیا میں مسلم قانون کا مطالعہ وموازنہ کرتے۔ مگر اس موضوع پر صرف مسلمانوں کے قلم سے معدودے چند مقالات، کتابچے اور کتابیں پائی جاتی ہیں۔

ہمارے دارالافتاء، دارالقضا اور مدارس میں معاصر مسائل کا مطالعہ کرنے اور ان

میں اسلام کی رہنمائی پیش کرنے کا ذوق بالعموم پروان نہیں چڑھتا۔ مفتی اور قاضی کا مطلب صرف یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ وہ شریعت کے نصوص کا ماہر ہوگا۔ یہ کوشش بلا شبہ مستحسن ہے، لیکن اسلامی قانون کی معنویت اسی وقت دوسروں پر واضح ہوسکے گی جب معاصر مسائل میں بھی دلچسپی لی جائے، مثلاً آج ماحولیاتی آلودگی اور عالمی تجارت میں گلوبلائزیشن، قومیت اور پرائیویٹائزیشن کے تصورات نے مسائل کو کتنا سنگین کر دیا ہے ان سے بھی مفتی اور قاضی کو بھرپور آگہی ہونی چاہیے۔

۴- المعہد العالی کے نصاب و نظام میں بانیان کی بصیرت کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ سائنس وٹکنالوجی کی ترقیات سے پیدا ہونے والے جدید مسائل کے حل کے لیے راسخین فی العلم کی تیاری کا خاکہ مستحسن ہے۔ اس منصوبہ کے حصول کے لیے اگر چند شکلیں اختیار کی جائیں تو بہتر نتائج نکل سکتے ہیں۔ اول یہ کہ ہندوستان کے معروف دارالافتاء ودارالقضاء کے طلبہ کی انگریزی کی صلاحیت اس قدر پروان چڑھادی جائے کہ وہ ہندوستانی قانون (جس کا ذکر پوری تفصیل کے ساتھ اے ایم یو کے شعبۂ قانون کے ضمن میں آچکا ہے) کا مطالعہ خود کرسکیں۔ دوم یہ کہ ان مفتیان وقضاۃ کو ڈپلوما/ ماسٹرڈگری میں داخلہ دلانے کی اعلیٰ سطحی کوشش کی جائے۔ امارت شرعیہ کے قیام سے آج تک میرے علم میں اس طرح کی کوئی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ سوم یہ کہ مسلم یونیورسٹی کے ماہرین قانون کو ہر ماہ پانچ دنوں کے لیے مدعو کیا جائے اور ان سے ان ایام میں کم ازکم بیس لکچرز کرائے جائیں۔ اس طرح آٹھ ماہ کے تعلیمی سیشن میں ایک سوساٹھ (۱۶۰) لیکچرس کرائے جاسکتے ہیں۔ چہارم یہ کہ پورے ہندوستان کے ریٹائرڈ وکلاء/ ججز کی ایک ڈائرکٹری بنائی جائے (جس میں مذہب کی کوئی قید نہ ہو) پھر ان کی خدمات حاصل کی جائیں اور ہندوستانی عدالتی نظام کی تفصیلات جاننے کی کوشش کی جائے۔ سوال وجواب، سمعی و بصری آلات، رسائل وکتب کا تبادلہ اور انٹرنیٹ وغیرہ کا استعمال اس پورے عمل کو مفید بناسکتا ہے۔ یہ دونوں عمل مشکل ضرور ہیں، تاہم ناممکن ہرگز نہیں۔

۵- اسلامی قانون کے ماہرین کی تیاری ہندوستان کی امت مسلمہ کی عصری ضرورت بھی ہے۔ اس کے لیے ایک طرف مفتیان وقضاۃ کو تاریخ ہندوستان، علم سیاسیات، علم

معاشیات اور سماجیات کے ساتھ انگریزی کی اچھی استعداد کے لیے چند گھنٹیاں مختص کی جائیں اور علوم شرعیہ کی چند گھنٹیاں کم کردی جائیں۔ یہ عمل ایک طرف قانونِ اسلامی کی عصری معنویت کو آشکارا و توانا کرے گا تو دوسری طرف طلبہ کے اندر معروضیت اور تقابلی مطالعہ کا ذوق بھی پروان چڑھے گا۔

۶- ہندوستان گیر سطح پر مسلم طلبہ جو لا کالجز سے ڈگریاں حاصل کرلیتے ہیں وہ امت کا قیمتی اثاثہ ہیں۔ ان کی تربیت کی فکر کرنا بھی دینی ضرورت ہے، چنانچہ المعہد العالی اگر ہمت کرے تو ایک ڈپلوما کورس عصری جامعات کے فارغین کے لیے شروع کرسکتا ہے۔ اس کورس کے ذریعہ دوطرفہ فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اول یہ کہ انہی طلبہ کے ذریعہ عصری ضروریات کی تکمیل بھی ہوسکتی ہے (یعنی عصری دانش گاہوں کے اساتذہ کے ذریعہ محاضرات کا مسئلہ) دوم یہ کہ اس سے عصری جامعات میں مغربی تصوراتِ تعلیم کا طلسم ٹوٹے گا اور مسلم وکیل کو اسلامی احکام وقوانین کا بالاستیعاب علم حاصل ہوگا، کیونکہ مسلم وکلاء جنھیں علی گڑھ لا کالج کے نصاب سے استفادہ کا موقع نہیں ملتا وہ بھی عائلی قوانین کے موٹے موٹے مسائل، اصطلاحات اور مفاہیم کی تشریح کا حقیقی شعور نہیں رکھتے۔ تیسری بات یہ کہ اس ڈپلوما کورس کو تمام وکلاء اور ججز کے لیے خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلم، سکھ ہوں یا عیسائی یکساں طور پر پرکشش بنایا جائے۔ اس عمل کے ذریعہ جہاں ایک طرف فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور رواداری کی فضا قانون کی دنیا میں پروان چڑھے گی، وہیں دوسری طرف غیر مسلم وکلا اور ججز کی بعض الجھنیں دور ہوں گی اور اس کا راست فائدہ ان مستغیثین کو ملے گا جو وکلا اور ججز کی علمی نارسائی یا عدم واقفیت کے نتیجہ میں اکثر وبیش تر ان کے فیصلوں کے ذریعہ ظلم کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔

## حواشی ومراجع

۱؎ نوآبادیاتی دور، پھر تقسیم ملک کے بعد کے عہد میں نفاذِ شریعت کی تفصیلات کے لیے رجوع کریں: عتیق احمد بستوی، ہندوستان میں نفاذ شریعت، معہد الشریعہ، لکھنؤ، ۲۰۱۰ء، کے مختلف ابواب، نیز دیکھیے: مشیر الحق، مسلمان اور سیکولر ہندوستان، مکتبہ جامعہ نئی دہلی، ۱۹۷۳ء، کے متعلقہ ابواب۔

۲؎ امین احسن اصلاحی، اسلامی قانون کی تدوین، مکتبہ المنبر، لائل پور، پاکستان ۱۹۶۳ء، ص ۱۲۰، ۱۲۶۔

۳؎ نوآبادیاتی دور میں مسلم لا کی تدوین سے متعلق مذکورہ حضرات کی مساعی کے لیے ملاحظہ کریں:

Narendr Kumar Jain, Muslims in India - A Bibliographical Dictionnary, Manohar Publication Delhi, 1983.

۴؎ تفصیل کے لیے دیکھیے محمد خالد مسعود کا مقالہ:

Teaching Islamic Law and Shariah: A Critical Evaluation of the Present and Prospects for the Future, Occasional Paper of Islamic Studies, No:61, Islamic Reserch Institute, Islamabad, 2005, p.8-9, Published in Quarterly Islamic Studies, Islamabad Summer, 2005, pp.165-189.

۵؎ محمد خالد مسعود، حوالہ سابق، ص ۱۲

۶؎ محمد خالد مسعود، حوالہ سابق، ص ۸- ۲۸

۷؎ حوالہ سابق، ص ۲۸

۸؎ موانع اور ان کے تدارک کی تدابیر پر بحث کے لیے مولانا امین احسن اصلاحیؒ کی مذکورہ کتاب کے متعلقہ ابواب کا مطالعہ مفید ہوگا۔

۹؎ دیکھیے ماہنامہ الشریعہ کی خصوصی اشاعت بیاد ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ کے مختلف ابواب، جنوری، فروری ۲۰۱۱ء، مرتب ابوعمار زاہد الراشدی، گوجرانوالہ، پاکستان

۱۰؎ مجاہد الاسلام قاسمیؒ، تعارف و نصاب تعلیم، المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء، پھلواری شریف، پٹنہ، جولائی ۱۹۹۸ء، ص ۴-۳

۱۱؎ تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں حضرت مولانا محمد قاسم مظفرپوری، رہنمائے قاضی، المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء، پٹنہ، ۲۰۰۹ء کے مختلف ابواب

۱۲؎ تفصیل کے لیے دیکھیں:

http://www.barcouncilofindia.org/wpcontent/uploads/2010/05 Advocates Act, 1961-pdf

نیز دیکھیے:

Bar Council of India Rules, Rules of Legal Education, p.21-22,23-30, Model Curriculum+aw, Chapter-1, p.10-11 & Chapter IV, p.410-499

☆☆☆